R. No. 2766/57 Regd. No. L. 982

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت ۱-۱۰-۶۵

[illegible]
قیمت [illegible]
[illegible]

جلد ۲۴ - شمارہ ۳۷ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء

آل احمد سرور

حکومت ہند اور اردو

۱۵ ستمبر کے اخباروں میں یہ اعلان ہوا کہ نائب وزیر داخلہ نے ایک سوال کے جواب میں لوک سبھا کو بتایا کہ حکومت ہند اتر پردیش، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان، پنجاب اور دہلی میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔

ایک اردو دوست نے اس پر برجستہ کہا ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ایک اردو دوست نے جن کے خلوص کو میں مانتا ہوں مگر جو عقل کے معاملے میں معذور ہیں، فرمایا کہ کیوں صاحب اب آپ کی انجمن کیا کرے گی؟ کیا وہ کوئی ستیہ گرہ کا پروگرام شروع نہیں کرے گی اور اسی طرح جمہوریت اور سیکولرزم کے نصیب سے [illegible] رہے گی۔ میں نے انھیں جواب دیا کہ انجمن کا پروگرام انجمن کے جلسے میں طے ہوگا، میں تو اس پر یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس جواب سے میں قطعی مایوس نہیں ہوا ہوں، نہ اس کو آخری جواب سمجھتا ہوں اور اردو دوستوں کو اپنی جدوجہد بہر حال جاری رکھنا ہے اور اسی طرح جمہوری اصولوں کے مطابق تحریک کو چلانا ہے۔

اس وقت جب ابھی پاکستان سے جنگ بند ہوئی ہے مگر سرحد پر پاکستان برابر چھیڑ چھاڑ کیے جا رہا ہے اور چین کی طرف سے بھی خطرہ موجود ہے۔ ہمارا سب سے بڑا فرض تو یہ ہے کہ ملک کے بچاؤ، اس کی مضبوطی اور اس کی یک جہتی، اس کے ضبط و نظم اور اس کی دفاع کے لیے تیاریوں میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ اس کے بعد ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے تعلیمی اہم مسائل کو بھول نہ جائیں، بلکہ جو ہو سکے کرتے رہیں، حکومت کو اس کا فرض یاد دلاتے رہیں اور اردو دوستوں کو اپنے دائرے میں تعمیری کاموں کی طرف مائل کرتے رہیں۔

اس وقت حکومت ظاہر ہے کہ ہنگامی حالات کے سلسلے میں اپنا فرض ادا کر رہی ہے اور اسے یہ کرنا چاہیے لیکن اسے یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے علاوہ لسانی اقلیتوں کے سلسلے میں دستور میں جن حقوق کی نشان دہی کی گئی ہے ان کی پاسداری کرے اور لسانی اقلیتوں کو ہر طرح اطمینان دلائے۔ اس میں لسانی اقلیتوں کا ہی نہیں، حکومت اور ملک دونوں کا فائدہ ہے۔

اردو دوستوں کا فرض یہ ہے کہ نائب وزیر داخلہ کے جواب سے بددل نہ ہوں، ملک کے دفاع کے کام میں سچے ہندوستانیوں کی طرح پوری مدد کریں بلکہ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اس کے علاوہ مقامی طور پر اردو کے نئے اسکول کھولنے کی اور موجودہ اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ ان کی کوشش ہرگز رائیگاں نہ جائے گی، وہ ضرور کامیاب ہوگی۔

اردو کی بقا اور ترقی کا مسئلہ دوسرے مسئلوں کی طرح ملک کی بقا اور ترقی اور اس میں جمہوریت اور سیکولرزم کی بقا اور ترقی سے وابستہ ہے۔ جمہوریت اور سیکولرزم کو جتنا فروغ ہوگا، اتنا ہی

اس شمارے میں

ہمارا مطالبہ زیادہ تسلیم کیا جائے گا۔ اردو دوستی کی فضا برابر بڑھ رہی ہے۔ حکومت کے علاوہ ہمیں ہر علاقے کی اکثریت کو بھی اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ حکومت اکثریت کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اکثریت پر جب یہ واضح ہو جائے گا کہ ہمارا مطالبہ قومی ہے، جو واجبی ہے تو اس کا طرز عمل بدل جائے گا ہمیں اس کا یقین ہے کہ اردو کو اس کا حق ملے گا کیونکہ ہمیں اس کا بھی یقین ہے کہ ہندوستان ترقی کرے گا اور جمہوریت اور سیکولرزم کے اصولوں پر اور مضبوطی سے قائم رہے گا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اردو زبان و ادب سیمینار

علی گڑھ۔ ۱۹ ستمبر۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے زیر اہتمام ایک سیمینار "اردو زبان و ادب کا مطالعہ" دسمبر ۱۹۶۵ء میں منعقد کیا جا رہا ہے اس کے لیے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے رقم فراہم کی ہے سیمینار کا مقصد یونیورسٹی کے شعبوں کے نوجوان اساتذہ کو مضمون کے بارے میں مکمل و جدید معلومات فراہم کرنا اور ان کو جدید طریقۂ تعلیم و تحقیق کے مقاصد سے روشناس کرانا ہے۔ توقع ہے کہ اس سیمینار میں تقریباً تیس اساتذہ اور دس سینیر اسکالر شریک ہوں گے جن سینیر اسکالروں کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے ان میں ڈاکٹر ایس۔ کے چٹرجی، ڈاکٹر ایس۔ ایم کترے، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر بی۔ این پرشاد، پروفیسر ایم۔ ایچ رضوی، پروفیسر کلیم الدین احمد، پروفیسر ایس احتشام حسین، پروفیسر فراق گورکھپوری، ڈاکٹر ایم۔ ایچ خان، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

سیمینار میں "زبان کے مطالعہ میں لسانیات کا مقام"، "اردو ادب کی تاریخ کے مطالعہ کے مسائل"، "طریقۂ تعلیم نظم"، "طریقۂ تعلیم نثر"، "مشرق و مغرب تنقید کے اصول"، "عملی تنقید"، "اردو میں ریسرچ کے جدید طریقے"، "ہندوستانی یونیورسٹیوں کے انڈر گریجویٹ و گریجویٹ کلاسوں کے لیے کتابوں اور سلیبس کا انتخاب اور تیاری وغیرہ" جیسے اہم مسائل پر بحث ہوگی۔

(نامہ نگار)



غزلیں

محسن زیدی

کہتے کہ نامراد زمانے سے اٹھ گیا
صد شکر یادِ شوق دوانے سے اٹھ گیا
اے دوست تیری یاد بھی دل سے جدا ہوئی
یہ لعلِ بے بہا بھی خزانے سے اٹھ گیا
بے مہریوں کا تیری گلہ کس سے ہم کریں
دستور ہی وفا کا زمانے سے اٹھ گیا
راس آ گئی تھی دل کو سکوتِ ابد کی نیند
دیوانہ سو رہا تھا جگانے سے اٹھ گیا
رہ جاتا تیرا عشق بھی سینے میں ایک راز
پردہ تری نظر کے اٹھانے سے اٹھ گیا
محسن ہر ایک آنکھ ہے پرنم میکدے میں آج
یہ کون تشنہ کام زمانے سے اٹھ گیا

بہزاد گلاٹی

جو الجھے ہوئے اب ترے بالوں کی طرح ہیں
دراصل وہ خاموش سوالوں کی طرح ہیں
خود باعثِ عرفانِ جنوں مجھ کو ہوا ہے
آنسو مری آنکھوں میں اجالوں کی طرح ہیں
رخشندہ و تابندہ ہیں، نازک ہیں حسیں ہیں
اب شعر مرے آپ کے گالوں کی طرح ہیں
عنوان بنے ہیں آپ کے افسانۂ دل کے
ہر چند کہ اب اس میں حوالوں کی طرح ہیں
اک ہم کہ نہ بن پائے کسی قصے کا موضوع
اک آپ کہ شاعر کے خیالوں کی طرح ہیں

تارا چرن رستوگی طاہر

نظامِ نو میں بصیرت کی لاکھ ہے افراط
دل و دماغ میں پھر بھی تو روشنی کم ہے
شکستِ دل کو تو انگیز کر لیا ہم نے
شکستِ جام مگر اک بہت بڑا غم ہے
غم اور اس کے علاوہ بھی جان لیوا ہیں
غمِ فراق یہ مانا بہت بڑا غم ہے
نظر سے ہو گئی اوجھل تو کوئی بات نہیں
جو دل سے دور ہو منزل تو باعثِ غم ہے
چراغِ زیست سے کیا ہو امیدِ جلوۂ نور
بجھا نہیں ہے مگر روشنی بہت کم ہے

انگریزی کے نئے حروف تہجی

تعداد میں زیادہ سیکھنے میں آسان

چھوٹے بچوں کے تمام برطانوی اسکولوں میں حروف تہجی سکھانے کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کے متعلق دعویٰ ہے کہ اس کی مدد سے بچے پڑھنا اور لکھنا جلد سیکھ جاتے ہیں اور اس طرح ان کا تقریباً ایک سال بچ جاتا ہے۔

یہ طریقہ سر جیمز پٹ مین کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ موصوف پٹ مین مختصر نویسی کے موجد سر آئزک پٹ مین کے پوتے ہیں۔

سر جیمز کا کہنا ہے کہ چھوٹے بچوں کو رومن حروف تہجی (جن کی تعداد ۲۶ ہے) کے سیکھنے میں بہت مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان حروف کی اتنی زیادہ مختلف آوازیں ہیں کہ بچے پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کو پڑھنا اور لکھنا سیکھنے میں جتنا وقت لینا چاہیے اس سے زیادہ وقت لیتے ہیں۔

سر جیمز نے اس مشکل کو دور کرنے کے لیے عام حروف تہجی میں سے ۲۴ حروف تہجی منتخب کیے اور ان میں ۲۰ نئے حروف کا اضافہ کیا۔ انھوں نے اپنے اس نئے نظام کو "ابتدائی تدریسی حروف تہجی" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ انگریزی میں اس کا مخفف "آئی۔ ٹی۔ اے" ہے۔ ہر حرف کی صرف ایک آواز یا تلفظ ہے۔ اگرچہ نئے حروف تہجی کی تعداد ۴۴ ہے لیکن ان کو سیکھنا زیادہ آسان ہے۔ ان حروف کو استعمال کر کے الفاظ کو ان کی آواز کے مطابق لکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے انگریزی زبان کے ہجوں کی مشکلات دور کی جا سکتی ہیں۔

سر جیمز اپنے نئے طریقہ کا تجربہ ۳۲۳ اسکولوں میں کر چکے ہیں۔ اس جانچ کے لیے ۲۵۰۰ بچوں کو منتخب کیا گیا تھا۔ ان سب بچوں کو دو گروپوں میں بانٹا گیا۔ ایک گروپ نے پرانے حروف تہجی اور دوسرے گروپ نے نئے حروف تہجی سیکھے۔ یہ تجربہ سنہ ۱۹۶۱ء میں شروع کیا گیا تھا اور اب یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ بچے نئے طریقے کی مدد سے زیادہ آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ امریکہ میں بھی اس طریقے کا تجربہ کیا گیا جو بہت کامیاب تھا۔ اب کناڈا کے بعض اسکولوں میں یہ طریقہ اپنایا جا رہا ہے۔

سر جیمز نے دنیا کو یہ طریقہ مفت دیا ہے۔ اس سے ان کے کوئی مالی مفادات وابستہ نہیں ہیں۔

(قومی آواز، لکھنؤ)

بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی

ہم مسرت کے ساتھ حج سنہ ۱۹۶۶ء کے لیے بحری جہازوں کی روانگی کے عارضی پروگرام کا اعلان کرتے ہیں۔

قبل رمضان جہاز کی روانگی

ایس۔ ایس "مظفری" تقریباً ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو روانہ ہوگا

بعد رمضان جہازوں کی روانگی

ایس۔ ایس "محمدی" تقریباً ۲۶ر جنوری ۱۹۶۶ء کو روانہ ہوگا ایس۔ ایس مظفری تقریباً ۲۱ر فروری ۱۹۶۶ء کو روانہ ہوگا

" " "اسلامی" " ۲۸ " " " " " "محمدی" " ۲۸ " " " "

" " "مظفری" " ۵ر فروری " " " " "اسلامی" " ۱۳ر مارچ " " "

" " "محمدی" " ۱۱ " " " " " "محمدی" " ۱۶ " " " "

" " "اسلامی" " ۱۹ " " "

یقینی تاریخوں کا اعلان مرچنٹ شپنگ ایکٹ ۱۹۵۸ء کے تحت ہر جہاز کی روانگی سے پندرہ روز قبل کیا جائے گا۔

۲۔ کرایہ جہاز۔ بمبئی / جدہ / اور جدہ / بمبئی کے سفر کا کرایہ حسب ذیل ہوگا۔

فرسٹ کلاس	کرایہ	خوراکی	محصول عام صفائی جدہ، کرایہ مکان اور ٹیکہ جات پاسپورٹ	مجموعی رقم
بالغان	۱۱۵۶/۱۰ روپے	۱۶۸/۵۰ روپے	۸۲/۱۵ روپے	[illegible] روپے
بچے ۲ تا ۱۵ سال	۵۷۸/۵۵ "	۸۹/۲۵ "	—	۶۶۷/۸۰ "
" [illegible] "	۵۷۸/۵۵ "	—	—	۵۷۸/۵۵ "

"محمدی" اور "مظفری" میں دو برتھ والے دس دس کیبن ہیں جن کے ساتھ غسل خانہ ملا ہوا ہے۔ اس کے لیے فرسٹ کلاس کے کرائے کے علاوہ فی برتھ چالیس روپے دینے ہوں گے۔

ڈیک کلاس	کرایہ	خوراکی	محصول عام صفائی جدہ، کرایہ مکان اور راہداری پاسپورٹ	مجموعی رقم
بالغان	۲۲۴/۲۰ روپے	۶۵/۹۵ روپے	۸۱/۱۵ روپے	[illegible] روپے
بچے ۲ تا ۱۵ سال	۲۱۲/۱۰ "	۲۷/۸۰ "	—	۲۳۹/۹۰ "
" [illegible] "	۲۱۲/۱۰ "	—	—	۲۱۲/۱۰ "

صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کیے جائیں گے

۳۔ پابندیاں۔ حاجیوں کی عام صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب پر بعض پابندیاں عائد کی ہیں جنہیں حج پر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کرتے وقت ان پابندیوں کا بغور مطالعہ کریں۔

(الف) جن بچوں کی عمر پانچ اور چودہ سال کے درمیان ہوگی۔

(ب) جن لوگوں کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد رقم آٹھ سو روپے سے کم ہوگی۔

(ج) جن لوگوں نے گزشتہ پانچ سال (۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۵ء) میں حج کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو حج بدل پر بھی جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(د) جن عورتوں کو جہاز پر سوار ہوتے وقت چار ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ہوگا۔

(ر) جو لوگ مندرجہ ذیل امراض یا معذوریوں کا شکار ہوں گے:۔

(۱) دماغی امراض (ب) تپ دق (ت) ذہنی امراض (ث) [illegible] (ج) متعدی جذام (ح) [illegible] خطرناک، متعدی امراض مشتبہ قسم کے امراض اور حمل کی مدت کے سلسلے میں بمبئی میں طبی معائنہ ہوگا۔ اس لیے عازمین حج کو چاہیے کہ وہ اپنی درخواستوں میں غلط بیانات دے کر نشستیں محفوظ نہ کرائیں۔

۴۔ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ۔ تمام درخواست دہندگان کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ درخواست کے فارم پر اپنا پاسپورٹ سائز کا فوٹو چسپاں کریں اور اس پر دستخط کریں۔ فوٹو کی شرط خواتین کے لیے بھی ہے۔ لیکن پردہ نشین خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کے فوٹو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

ہر عازم حج کو علاحدہ فارم پر درخواست کی دو نقلیں بھیجنی چاہئیں۔ اگرچہ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کا کرایہ معاف ہوتا ہے تاہم ان

دی [illegible]

حج سنہ [illegible]

کی درخواست بھی علاحدہ فارم پر دو نقلوں [illegible]

ہر بچے کی صحیح عمر درج ہونی چاہیے۔ اور اس کی [illegible]

[illegible] ہونا چاہیے کہ عازم حج نے [illegible]

حکیم کا سرٹیفکیٹ۔ اس [illegible] ہونا چاہیے کہ [illegible]

ذیل تفصیلات درج ہونی چاہئیں۔

[illegible] نام [illegible]

[illegible] ہندوستانی، پیشہ، پورا [illegible]

پتہ اور یہ کہ اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے [illegible]

نام، پتہ اور اس کے ساتھ رشتہ [illegible]

(جہاز کا نام) اور تاریخ روانگی [illegible]

[illegible] گزشتہ [illegible]

دستخط یا انگوٹھے [illegible] درخواست بھیجنے کی

۵۔ سفر کے [illegible]

(الف) ڈیک کلاس: [illegible] درخواست

[illegible] ہر حاجی کی درخواست کے ساتھ [illegible]

[illegible] ۲۳۹/۹۰ روپے اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۔ [illegible] درخواست کی جاتی ہے [illegible]

کا پورا نام اور پتہ لکھیے اور اس [illegible]

۳۔ لفافے کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج

لکھنا چاہیے۔ یہ امر لازمی ہے [illegible]

[illegible] لفافے کے اندر سات سے زیادہ درخواست

ریاست کی ہونی چاہئیں اگر [illegible]

۴۔ جو اصحاب پہلی دفعہ حج [illegible]

کر چکے ہیں [illegible] اپنی درخواستیں [illegible]

۵۔ جو درخواستیں نامکمل ہوں گی [illegible]

۶۔ سفر کے لیے رجسٹریشن حکومت کے مقرر کردہ

درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ [illegible]

۷۔ سفر کے لیے رجسٹریشن ہو جانے کے بعد ہی فارم [illegible]

ہوگا۔ اس کے بعد جو بھی خط و کتابت کی جائے

۸۔ ڈیک کے عازمین حج کو چاہیے کہ وہ رسید [illegible]

غالب رزاقی

حضرت فراق کی ایک غزل

(فراق صاحب اور دوسرے حضرات کو اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے۔ (ادارہ)

اخبار ریاست مورخہ ۱۳ رجون ۱۹۶۵ء اتوار کی اشاعت میں فراق صاحب کے مکتوب کے ساتھ فراق صاحب کی ایک غزل شائع ہوئی ہے اپنی غزل کے متعلق فراق صاحب نے لکھا ہے۔

"رات کے سناٹے میں کسی قدر بیداری اور کسی قدر غنودگی کے عالم میں ذہن میں ایک گنگناہٹ پیدا ہوئی اور یہ غزل ہوگئی جو ریاست کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ پڑھنے کی زحمت فرمائیں گے تو یقین ہے کہ آپ کو غیر معمولی ذہنی انبساط حاصل ہوگا۔ تکرار قافیہ کی بالکل نئی قید کے ساتھ یہ دونوں غزلیں کہی گئی ہیں۔ فارسی اور اردو میں ان قیود اور اس التزام کے ساتھ کسی کی کوئی غزل میری نظر سے نہیں گزری اور آپ کی نظر سے بھی نہ گزری ہوگی۔ علم بیان اور عروض کی کتابوں میں بھی اس صنعت کا ذکر نہیں ملتا"

تکرار قافیہ کے ساتھ اردو اور فارسی میں کلام ہے یہ اور بات ہے کہ فراق صاحب نے ایسا کلام نہ دیکھا اور نہ سنا ہو قدما نے تکرار قافیہ کو صنائع و بدائع میں شامل نہیں کیا۔ کیونکہ یہ ایک اختیاری قسم کی قید و لزوم ہے۔ لیکن فراق صاحب کی حد تک اس کو "ایجاد بندہ" کہا جا سکتا ہے۔ مذکورہ غزل کے تمام اشعار کی شرح درج ذیل کی جاتی ہے تاکہ قارئین "ہماری زبان" کو اس غزل کی فنی اور معنوی خوبیوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

سزائے حسن پرستی بجا، بجا بھی نہیں — کہ جرم عشق بتاں ہے برا، برا بھی نہیں

عشق بتاں کا جرم برا ہے اور عشق بتاں و حسن پرستی کے اس جرم کی سزا دینا بھی بالکل ٹھیک ہے۔ اس حد تک تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ عشق بتاں و حسن پرستی کو جرم قرار دے کر جرم کو بجا طور پر مستحق سزا قرار دیا گیا ہے لیکن ردیف میں بجا بھی نہیں اور برا بھی نہیں کہہ کر جو دعویٰ کیا گیا ہے شاعر نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی جس طرح مثبت پہلو میں جرم کو برا اور سزا کو بجا ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے منفی پہلو میں بھی بجا نہ ہونے اور برا نہ ہونے کی وجہ بیان کرنی چاہیے تھی۔ جو معنوی لطف [illegible] اور مطلع کے دونوں مصرعوں کی ردیفوں کو شعر سے کوئی دور کا بھی رابطہ و تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ آپ اس کو فن کی اصطلاح میں برائے بیت بھی کہہ سکتے ہیں اور حشو بھی۔

کسی کو کیا نہ ملا زندگی میں ہائے نصیب — ملے ملا تو بس اک دل رہا، رہا بھی نہیں

زندگی میں لوگوں کو کیا کچھ نہ ملا یعنی سب کچھ ملا۔ اس مفہوم کو شاعر نے جن الفاظ میں ادا کیا ہے وہ الفاظ عجز بیان پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ قدرت کلام پر۔ پہلے مصرعے میں ہائے نصیب کا ٹکڑا دوسرے مصرعے سے متعلق ہے یعنی ہائے ری قسمت کہ ہمارے حصے میں صرف ایک دل آیا اور بھی نہیں رہا۔ ہاتھ رہنا اور ہاتھ آنا یہ دونوں محاورے اپنے متعدد معنی رکھتے ہیں۔ جیتنے والے کے لیے کہتے ہیں کہ میدان اس کے ہاتھ رہا، اور کوئی چیز مل جائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز ہاتھ آگئی۔ اس شعر میں اغلاق، اہمال، تعقید جیسے بدائع موجود ہیں اور یہ سب بیان و عروض کی کتابوں میں شاعر کی نظر سے ضرور گزرے ہوں گے۔

لیے دیے بھی ہیں ہم کھوئے کھوئے بھی — کہ ہوش غمزدگاں ہے بجا، بجا بھی نہیں

اس شعر میں اگر دو اغلاط نہ ہوتے تو نہایت بلند پایہ شعر ہو جاتا کیونکہ اس میں بیک وقت دو صنعتیں پائی جاتی ہیں۔ حسن تعلیل اور لف و نشر مرتب یعنی ہوش بجا ہونے کی حالت میں لیے دیے رہنا اور ہوش بجا نہ رہنے کے عالم میں کھوئے کھوئے رہنا۔ دونوں متضاد حالتوں کا ثبوت موجود ہے۔ مگر یہ دونوں خصوصیتیں بادہ کشوں کی ہیں غمزدوں کی نہیں اس لیے غمزدگاں کی بجائے بادہ کشاں کہنا چاہیے تھا۔ دوسری صریح غلطی یہ ہے کہ ہوش بجا ہیں اور ہوش ٹھکانے ہیں صحیح محاورہ ہے۔ ہوش بجا ہے خلاف محاورہ اور غلط ہے۔ اس غلطی کو کاتب کے سر آسانی سے تھوپا جا سکتا ہے۔

نظر فریبیٔ تحریر لے اڑی مجھ کو — کہ سر سے نامۂ جاناں پڑھا، پڑھا بھی نہیں

مطلب یہ ہوا کہ محبوب کا خط دیکھتے ہی اس کی تحریر کی نظر فریبی میں ایسا کھو گیا کہ ٹکٹکی سے پورا خط پڑھ بھی نہ سکا۔ پڑھنا نہ پڑھنا سب برابر ہو گیا۔ اس میں "سر سے" بھرتی کا لفظ ہے۔ اس کی بجائے "کہیں نے" اگر کہا جاتا تو بھرتی کا عیب دور ہو جاتا۔ تحریر کی نظر فریبی مجھ کو لے اڑی یہ محل ہے کسی چیز میں گم ہو جانے یا محو بے خبر ہو جانے کا محل ہے۔

تمام شوخیٔ رفتار تیری راہ گزر — قدم کا نقش کچھ ایسا اٹھا اٹھا بھی نہیں

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگرچہ تیرے قدموں کے نقوش کچھ زیادہ واضح صاف اور گہرے نہیں ہیں لیکن اس پر بھی تیری راہ گزر مجسم شوخی رفتار معلوم ہوتی ہے۔ عام طور پر نقش کے واضح اور صاف ہونے کے لیے جو محاورے استعمال ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ نقش کا ابھرا ہونا یا نقش کا جمنا جانا۔ جبکہ اگر نقش کا اٹھا اٹھا ہونا صاف اور واضح [illegible] زمین پر پاؤں رکھنے یا چلنے سے نقش قدم ابھرتا نہیں بلکہ [illegible] اس لیے نقش کا گہرا ہونا یا نقش کا جما ہوا ہونا استعمال کرنا چاہیے تھا۔ اٹھا اٹھا تو بالکل غلط ہے۔ پھر محبوب کی رہگزار میں بے شمار نقوش قدم ہوں گے محبوب نے ایک بار صرف ایک ہی قدم تو نہیں رکھا ہوگا۔ اس لیے بصیغہ واحد نقش قدم کہنا بھی غلط اور نقش قدم کو جس کو گہرا ہونا چاہیے تھا اٹھا اٹھا کہنا بھی غلط در غلط ہے۔

وہ بیٹھے بیٹھے ہیں اس ادا سے منغضب — اگر ہوں وہ تو بیٹھے خفا، خفا بھی نہیں

پہلے مصرعے میں [illegible] نہیں کیونکہ خفا ہونے کی وجہ بیان کی

ہے اور سامنے ہے کہکر خفا ہونے کی دلیل پیش کی ہے بہر حال شعر صاف اور سیدھا ہے مگر کوئی خاص بات یا لطف و کیفیت نہیں، پامال مضمون ہے۔

ٹھہر گئے سر دنیا تو بے جگہ ٹھہرے　　　چلو چلو کہ یہ ماتم سرا، سرا بھی نہیں

شعر صاف اور سپاٹ ہے البتہ ردیف میں لفظ بھی بے ضرورت بھرتی ہے یہ ماتم سرا مسافر خانہ یا سرا نہیں ہے لیکن سرا بھی نہیں مہمل اور غلط ہے۔

ہم اس کو دیکھتے بھی آہ کس طرح دیکھیں　　　نظارۂ رخ جاناں ہوا ہوا بھی نہیں

رخ جاناں کا نظارہ ایک سکنڈ ہو یا گھنٹہ بھر بہر حال نظارہ ہو گیا اب یہ کہنا کہ آہ کس طرح دیکھیں اور نظارہ ہوا بھی نہیں لغو اور بے معنی بات ہے جس کا کوئی ثبوت شعر میں نہیں، لہٰذا دوسرا قافیہ اور ردیف بے کار گئی۔

ادا ادائے ادا جو تو ہم ادا سمجھیں　　　نہیں ادا در ادا جو ادا ادا بھی نہیں

اس شعر میں شاعر نے ایک دم اتنی اداؤں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ تقسیم یوں کی ہے کہ چار ادائیں پہلے مصرعے کو اور چار دوسرے مصرعے کو برابر برابر تقسیم کر دیں۔ اداؤں کے اس بے پناہ ہجوم میں شعر کا مطلب ہی سرے سے گم ہو کر رہ گیا اور مصرعۂ آخر میں لفظ در کی رگڑ سے دال الگ مہمل ہو کر رہ گئی۔ اگر زبردستی مصرعے میں ٹھونسی جائے تو غریب مصرع وزن سے گر جائے گا اور شعر کو سکتہ کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ اب رہ گئے شعر کے معنی وہ اہل زمین کے ادراک سے باہر ہیں، کیونکہ شعر اس قدر بلند اور الہامی ہے کہ ہر شخص اپنی بلندیٔ فکر کے مطابق جو چاہے معنی بیان کرے۔ مختصر یہ کہ یہ شعر خوش نما مہمل کی ایک مکمل مثال ہے۔

عجیب شے ہے یا رب کہ خوش جمالوں کی　　　وفا وفا بھی نہیں ہے جفا جفا بھی نہیں

یہ شعر بھی سیدھا سادہ اور صاف ہے مگر شاعر کے خوش جمالوں کو ہم اپنا نہیں کرتے کیونکہ ہم نے آج تک بد جمال نہ دیکھے نہ سنے بس حسینوں کو چھوڑ کر خوش جمالوں کی ترکیب سے ہمیں اتفاق نہیں۔

بھلا ہے کون برا کون اس زمانے میں　　　برا برا بھی نہیں ہے بھلا بھلا بھی نہیں

یہ شعر ایک دم سپاٹ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیتا جاگتا تجربہ نظم کر دیا ہے اس کو سامنے رکھ کر آپ یوں کہتے چلے جائیے

پدر ہے کون چچا کون اس زمانے میں　　　کہ باپ باپ نہیں ہے چچا چچا بھی نہیں

بوقت صبح چمن آنسوؤں کی دنیا ہے　　　سرشک خندۂ گل میں چھپا چھپا بھی نہیں

یہ شعر شاعر نے کہا نہیں ہے بنایا ہے، صبح کا وقت، چمن، خندۂ گل، آنسوؤں کی دنیا اور سرشک وغیرہ الفاظ کو ترتیب سے جما کر ایک منظوم مگر خوبصورت کھلونا پیش کیا ہے۔ کاش اس میں جان بھی ہوتی۔

نگاہ ناز سے کیا سن کے دل اداس ہوا　　　اگر نہیں کہ کچھ اس نے کہا کہا بھی نہیں

محبوب کی نظر نے چپکے سے کچھ کہا اور سن کر دل اداس ہو گیا چونکہ بات اشاروں میں ہوئی لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کچھ کہا۔ یہ مضمون اردو کے ہر چھوٹے بڑے شاعر کے یہاں موجود ہے اور اس کو اردو شاعری میں بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا اس شعر میں شاعر صرف الفاظ کا مالک ہے مگر مضمون اور خیال دوسروں کا ہے۔

چمک اسی کی تب و تاب حسن و عشق میں ہے　　　زمیں کا درد کچھ آنا دبا دبا بھی نہیں

چمک درد میں بھی ہوتی ہے اور حسن و عشق میں بھی۔ لیکن زمین کے درد کی چمک، حسن و عشق کے تب و تاب میں کیسے پہنچ گئی۔ اس سے شعر خاموش ہے تب و تاب کے معنی خود چمک کے ہیں اس لیے چمک میں چمک بھی ایک طرفہ تماشا ہے مگر مبتلائے فراق حضرات پر اس شعر کا بے سوچے سمجھے رعب ضرور پڑے گا۔

تری نگاہ سے دنیا کو اک شکایت ہے　　　بجا بجا یہ شکایت بجا بجا بھی نہیں

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں چار بجا ہیں۔ ان میں پہلا ایک بجا تو ٹھیک بجا ہے باقی تین بجے بالکل بے جا بے مصرف اور مہمل ہیں ردیف قافیہ معنی نہیں دیتے۔

بس اک نگاہ کی پرچھائیاں بقا و فنا　　　بقا بقا بھی نہیں ہے فنا فنا بھی نہیں

مکررات مہملہ کا سلسلہ تو اوپر سے چلا آ رہا ہے جفا جفا بھی نہیں وفا وفا بھی نہیں برا برا بھی نہیں بھلا بھلا بھی نہیں اب خیر سے بقا و فنا کی باری آئی ہے۔ اس شعر سے اوپر کے شعر میں تری نگاہ کہہ چکے تھے لہٰذا بعد کے شعر میں تری کی جگہ بس اک نگاہ لکھ دیا۔ خیر یہاں تک تو ہم بھی مانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ بقا و فنا حقیقت میں نگاہ یار کے اشارے ہیں۔ جس کو شاعر نے پرچھائیوں سے تعبیر کیا ہے مگر دوسرے مصرعے میں یہ دعوی کرنا کہ بقا بقا بھی نہیں ہے فنا فنا بھی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر کیوں نہیں ہے، آپ کہتے ہیں بس۔ آخر آپ کے پاس بقا کے بقا نہ ہونے کی اور فنا کے فنا نہ ہونے کی کیا دلیل اور ثبوت ہے اس لیے شعر کا پہلا مصرعہ بالکل ٹھیک اور با معنی اور دوسرا قطعاً مہمل و بے معنی۔

جسے معاملۂ حسن و عشق کہتے ہیں　　　ہزار بار یہ جھگڑا چکا چکا بھی نہیں

اس شعر کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حسن و عشق کے جھگڑے کو بارہا چکایا گیا مگر نہیں چکا۔ اس شعر میں لفظ بھی کی ضرورت نہیں۔ البتہ بھی کی جگہ اگر لفظ ہی ہوتا تو شعر با معنی ہو جاتا۔ مگر ردیف غائب ہو جاتی۔

وہ آنکھ کہتی ہے اپنے کا کیا ٹھکانہ ہے
فراق آدمی ہے تو بھلا بھلا بھی نہیں

جو آدمی بھلا ہو بھی اور بھلا نہیں بھی ہو یعنی اس کا کردار مشکوک و مشتبہ ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں۔ مگر شاعر نے بھروسے کی جگہ ٹھکانہ لکھ مارا ٹھکانے کا محاورہ ہی الگ ہے۔

> "ہماری زبان" سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ادارہ

انجمن کی شاخوں اور مختلف انجمنوں کی طرف سے پاکستانی جارحیت کی مذمت

شاخ اجمیر

مورخہ ۲۲ ستمبر ۶۵ء بوقت ۴ بجے شام بر دفتر انجمن ترقی اردو واقع محلہ امام باڑہ اجمیر ایک خصوصی اجلاس زیر صدارت جناب سید عبدالرؤف صاحب ریٹائرڈ ایڈیشنل کلکٹر اجمیر منعقد ہوا جس میں کشمیر پر پاکستان کے جارحانہ اقدام اور ہندوستان کے خلاف جنگ کرنے کی پرزور مذمت کی گئی اور حکومت کو دفاعی و حفاظتی کارروائیوں میں اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

شاخ راجستھان

ہندوستان کے خلاف پاکستان کی جنگی کارروائیوں جارحانہ اقدامات اور دشمنانہ پروپیگنڈے، نیز مذہبی جنگ کی دروغ شہرت کو انجمن ترقی اردو راجستھان (جے پور) کا ہر رکن نہایت غیظ و غضب کی نظر سے دیکھتا اور اپنے انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے اور اس کی غیر مآل اندیشانہ پالیسی اور غیر ذمہ دارانہ اعلانات کو امن سوز قرار دیتا ہے اور اس کو متنبہ کرتا ہے کہ کوئی ہندوستانی اس کے پھیلائے ہوئے دام فریب میں پھنس کر اپنے باہمی اتحاد اور قومی یک جہتی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ ہندوستانی بلا تفریق دین و مذہب اس کے ہر عزم کو ناکام اور اس کے ہر ارادے اور ہر پیش قدمی اور ہر حملے کو ناکارہ بنا کر چھوڑے گا۔

انجمن ہذا کا ہر رکن ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے ملک اپنے وطن اور اپنی آزادی و ناموس کے لیے اپنی ہر نوع خدمت کا یقین اپنی حکومت کو دلاتا ہے۔

دہلی کے ادیب

نئی دہلی ۲۰ ستمبر دہلی کے اردو ادیبوں اور شاعروں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان کی وحشیانہ جارحیت نے ہند پر جنگ ٹھونس دی ہے۔ ہمارے لیے یہ خود حفاظتی اور جمہوریت سکولرازم اور ترقی کی جنگ ہے۔ اور ملک کو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک تہذیب کے یہ ننگ جارحیت کرنے والوں کی زد سے محفوظ نہیں ہو جاتے اس بیان میں دانشوروں سے امن اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کی قومی آرزو کو تقویت پہنچانے قومی ایکتا اور سیکولرازم کے مضبوط کرنے اور پاکستانی جنگ بازوں کی عوام دشمن اور امن دشمن کارروائیوں کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے اپنا فطری کردار ادا کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اس بیان پر دیگر ادبا و شعرا کے علاوہ درج ذیل اصحاب نے دستخط کیے ہیں۔

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، سردشری مالک رام، جگن ناتھ آزاد علی جواد زیدی۔ گوپال متل، سلام مچھلی شہری، میر مشتاق احمد کرشن موہن، گلزار دہلوی، گوربچن چندن اور درشن سنگھ دوگل۔

(الجمعیۃ دہلی)

بزم سخن انبالہ

۱۲ ستمبر، بزم سخن انبالہ چھاؤنی کی ایک نشست گزشتہ اتوار کو ہوئی جس میں اتفاق رائے سے ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں وطن کی مقدس سرحدوں پر پاکستان کی پے در پے جارحانہ کارروائیوں کی پرزور مذمت کی گئی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اردو کے تمام ادبا و شعرا کی جانب سے حکومت کو پورے تعاون اور جملہ خدمات کا یقین دلایا گیا کیونکہ اردو زبان آج تک کسی نازک قومی مرحلے پر اہل وطن کا ساتھ دینے میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہی اس قرارداد کے ساتھ یہ بھی تجویز پیش کی گئی کہ عوام میں حب الوطنی اور قومی یک جہتی کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے ملک کے گوشے گوشے میں ہفتہ وار جلسے منعقد کیے جائیں جن میں ملک کی مختلف زبانوں کے اہل قلم یک جا ہو کر اپنی قومی نظمیں پڑھ کر سنائیں کیونکہ ادبا و شعرا اسی شکل میں ملک اور قوم کی بہترین طور پر خدمت کر سکتے ہیں

(ک۔ ب۔ پرواز)

حلقۂ فکر و نظر حیدر آباد

ہندوستان ایک امن پسند ملک ہے۔ سابق میں ایک پڑوسی ملک چین نے اس کی علاقائی سالمیت کو للکارا تھا جس پر ساری قوم ایک فرد واحد کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ہمیں اپنی دفاعی طاقت کو مضبوط تر بنانے کا سبق ملا تھا۔ آج ایک اور پڑوسی ملک پاکستان کے جارحانہ اقدام نے ہمیں جنگ میں الجھا دیا ہے۔

حلقہ فکر و نظر کا یہ اجلاس جہاں ایک طرف سارے ہندستانی عوام سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہوم گارڈز میں شرکت کریں، زخمی سپاہیوں کے لیے اپنے خون کا عطیہ دیں اور ڈیفنس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں ـــ وہیں ملک کے ادیبوں اور شاعروں سے خاص طور پر یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی تخلیقات سے وطن دوستی، قومی یگانگت اور قیام امن کے مقاصد کو تقویت پہنچائیں۔ اردو زبان تو ادبی محاذ پر ہمیشہ سے ہی ہر اول دستہ رہی ہے۔

(بشیر نواز معتمد اعزازی حلقۂ فکر و نظر حیدر آباد)

شاخ چنڈی گڑھ کے زیرِ اہتمام مفت اردو تعلیمی سلسلہ کے تیسرے گروپ کا افتتاح

۱۲ ستمبر۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی مقامی شاخ کے زیرِ اہتمام پنجاب یونیورسٹی کے طلبا کے لیے مفت اردو تعلیمی سلسلہ میں تیسرے گروپ کا افتتاح ڈاکٹر راج کمار صاحب صدر شعبۂ انگریزی نے کیا۔ افتتاحیہ تقریر میں آپ نے فرمایا کہ زبان اردو ہماری اپنی زبان ہے۔ اس پر ہر ہندستانی کا یکساں حق ہے۔ بلا لحاظ مذہب و ملت ہم سب نے اس زبان کو اپنایا ہے۔ آپ نے اراکینِ انجمن کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ یونیورسٹی کے نوجوان طلبا بہت جلد اردو سے آشنا ہو جائیں گے۔

انجمن کے سکریٹری جناب نریش نے موجودہ صورتِ حال میں اردو کی تعلیم پر زور دیا اور حاضرینِ مجلس کو یقین دلایا کہ وہ زبان اردو کی باقاعدہ خدمت کرتے رہیں گے۔ آپ نے اس گروپ کے ٹیوٹر جناب شتر وگھن چوپڑہ ایم اے کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں توقع کرتا ہوں کہ جناب چوپڑہ کی کوششیں اس گروپ کی کامیابی کا ضامن ہوں گی۔

صدرِ مجلس ڈاکٹر احسان اللہ خاں نے مہمانِ خصوصی ڈاکٹر راج کمار، جناب نریش، جناب چوپڑہ اراکینِ انجمن اور جناب سریندر شرما، صدر کیمپس انجینیرنگ سوسائٹی کا شکریہ ادا کیا۔

مجلس کا اختتام جناب کرشن کمار طور اور جناب نریش کی غزلیات سے ہوا۔

(سکریٹری)

خانہ پور عادل آباد میں اردو کی ساتویں جماعت

خانہ پور عادل آباد کے اردو بولنے والوں کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں تعلیمی سال کے آغاز کے دو ماہ بعد نظامت تعلیمات نے ۱۰ جولائی کو ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسر عادل آباد کے نام ضلع پریشد ہائی اسکول خانہ پور میں ساتویں اردو جماعت قائم کرنے کی منظوری دی ہے۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسر عادل آباد سے احکام ۹ اگست کو ضلع پریشد ہائی اسکول پر وصول ہوئے اور ۱۰ اگست سے جماعت ساتویں اردو کی تعلیم کا آغاز ہوا ہے لیکن افسوس ہے کہ حکومت نے ٹیچر کی جائیداد کی منظوری نہیں دی۔

ماہ جون میں دو اردو داں مدرسین کو ایک سالہ ٹریننگ کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اب صرف چار اردو داں مدرسین باقی رہ گئے ہیں جنھیں سات اردو جماعتوں کو تعلیم دینا ہوگا۔ اس سلسلہ میں شری عبد العزیز، ہیرول شری تبیل، شری محمد عبد الجبار خاں صدر انجمن تحفظ اردو شاخ ضلع کی قیادت میں ڈپٹی سکریٹری ایجوکیشن ضلع پریشد سے مل کر ایک یادداشت پیش کی کہ سات اردو جماعتوں کو چار مدرسین سے تعلیم دینا ممکن نہیں ہے فوری تین اردو داں مدرسین کا انتظام کیا جائے۔ ورنہ اردو تعلیم متاثر ہوگی۔ وفد کو ڈپٹی سکریٹری ایجوکیشن ضلع پریشد نے تیقن دیا کہ جلد اردو داں مدرسین کا انتظام کیا جائے گا۔

(نامہ نگار حیدرآباد)

شاخ گوالیار کی ادبی نشست

۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء کو انجمن ترقی اردو (ہند) کی گوالیار شاخ کی جانب سے گیان اردو سے میں ایک ادبی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں ہندی اردو کے شعرا اور ادبا نے شرکت کی۔

جناب شفیق رحمانی نے ایک افسانہ سنایا جو پسند کیا گیا۔

ہندی کے شعرا جناب رام پرکاش ترپاٹھی، اشوک کمار وکل شری بنودت اور شری رام ولاس شرما نے نظمیں سنائیں جناب وقار صدیقی سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) گوالیار شاخ، اور جناب شکیل گوالیاری نے غزلیں پیش کیں۔

اختتام پر جناب اسلام الدین قریشی نے ہندوستان پر پاکستان کے ناپاک حملے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا یہ حملہ قطعی جارحانہ ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔

نشست میں شریک انجمن کے ممبران اور دیگر حضرات نے مادرِ وطن کی حفاظت کا عہد کیا اور شہر میں امن و امان کی فضا بنائے رکھنے کی تائید کی۔

(نامہ نگار)

اردو مجلس حیدرآباد کا ماہانہ جلسہ

اردو مجلس حیدرآباد کا ماہانہ اجلاس زیرِ صدارت پروفیسر ابو ظفر عبد الواحد صاحب منعقد ہوا۔ جناب سید مہدی عباس حسینی صاحب نے "عالمی ادب میں نئے رجحانات" کے عنوان پر اپنا مقالہ سنایا۔ فاضل مضمون نگار نے اپنے مقالے میں ان تمام ادبی رجحانات کا جائزہ لیا جو بیسویں صدی کے اوائل سے عالمی ادب پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ انھوں نے انگریزی، جرمن، فرانسیسی اور روسی ادیبوں، فن کاروں کی تخلیقات کا حوالہ دیتے ہوئے بتلایا کہ ادیب اور فن کار کو اپنی طبع کے مطابق تخلیقات پیش کرتے وقت نئے رجحانات پر گہری نظر رکھنی پڑتی ہے تاکہ

جاری کیا جاتا ہے جب یہ رسید پیش کی جائے۔ عازمین حج کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ذاتی طور پر ہمارے بکنگ آفس پر آکر یہ فارم پیش کریں۔ اس طرح ان کی شناخت بھی ہو سکے گی۔

(ب) فرسٹ کلاس:۔ رجسٹریشن کا طریقہ وہی ہوگا جو ڈیک کلاس کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ فارم درخواست مع نقل حلف نامہ بھی بکنگ کے ساتھ کرایہ کی پوری رقم یعنی ۱۴ سال سے زائد عمر کے بالغ کیلئے ..... روپے ۲ تا ۱۴ سال کی عمر کے بچے کیلئے ..... روپے اور ایک تا ۲ سال کی عمر کے بچے کیلئے ۵۵/۸/۰ روپے بھیجنا چاہیے۔

۶۔ فرسٹ کلاس کے ہر حاجی کو اپنے ساتھ ڈیک کے دو حاجی لیجانے کی اجازت ہوگی اور ان کی درخواست بھی اسی لفافے میں ہونی چاہیے لیکن ایک لفافے میں درخواستوں کی تعداد سات سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ہر فرسٹ کے ساتھ دو ڈیک کے حساب سے فرسٹ کے دو حاجی اپنے ساتھ ڈیک کے چار حاجی لے جا سکتے ہیں جس لفافے میں فرسٹ کلاس کے ساتھ ڈیک کی درخواستیں چار سے زائد ہوں گی لفافہ مسترد کر دیا جائے گا۔

۹۔ ویٹنگ لسٹ:۔ ڈیک یا فرسٹ کلاس کی ویٹنگ لسٹ کا الگ سے کوئی اعلان نہیں ہوگا لیکن جن حاجیوں کا نام ویٹنگ لسٹ پر ہوگا انہیں فوراً ازراہ اطلاع دی جائے گی کہ صورت حال کیا ہے۔ جن درخواستوں کی منظوری یقینی نہیں سمجھی جائے گی ان میں سے ایک مخصوص تعداد کو ہر کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر لے لیا جائے گا۔ جیسے جیسے ریزرویشن منسوخ ہوں گے ویٹنگ لسٹ سے حاجیوں کو ان کے نمبر کے اعتبار سے موقع دیا جائے گا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائے گی۔

۲۔ ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سفر حج کے انتظام کی امید پر بمبئی نہ آئیں۔ انھیں اسی وقت بمبئی آنا چاہیے جب انہیں بلایا جائے۔ ورنہ سفر کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے گی۔

۳۔ جو درخواستیں ویٹنگ لسٹ پر نہیں آسکیں گی انھیں لوٹا دیا جائے گا۔

۷۔ بکنگ کا آغاز:۔ عام اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمارے دفتر کے کاؤنٹر پر کوئی درخواست وصول نہیں کی جائے گی۔ تمام درخواستیں رجسٹرڈ یا بیمہ شدہ لفافوں میں اس طریقے سے بھیجی جائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ درخواستیں ۱۵ اکتوبر کو یا اس سے قبل ہمیں مل جانی چاہئیں۔ اس تاریخ کے بعد ہمارے دفتر کو جو بھی درخواست موصول ہوگی اسے لوٹا دیا جائے گا۔

۸۔ منسوخی:۔ اگر کوئی عازم حج اپنی جگہ منسوخ کرانا چاہے اور اس کے لیے فرسٹ کلاس یا ڈیک کی جو جگہ مقرر کی گئی ہے اس کا فائدہ اٹھانا نہ چاہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے دس روز قبل کمپنی کو دے دے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کرایہ کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے دس فیصدی کاٹ لیا جائے گا اسی طرح ویٹنگ لسٹ کے جن حاجیوں کے لیے جہاز میں جگہ کا انتظام ہوگا۔ انھوں نے اگر اسے منسوخ کرانا چاہا اور اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے کم از کم دس روز قبل کمپنی کو نہ دی تو ان کے کرایہ کی رقم کی واپسی کے وقت اس میں دس فیصدی رقم منہا کر لی جائے گی۔

۱۰۔ نام تبدیل کرنے کی اجازت نہیں اور ریزرویشن میں کبھی بدل نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۔ غیر ملکی باشندوں کے لیے:۔ جو غیر ملکی باشندے حاجیوں کے جہاز میں جدہ جانا چاہتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ ہندوستان میں مقیم اپنے ملک کے سفارتی نمائندے کی وساطت سے درخواست کریں۔ ان کے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہونا چاہیے۔ اس میں ضروری اندراجات کے ساتھ سعودی عرب کا ویزا ہونا چاہیے۔ ان کے پاس ہندوستان سے باہر جانے کا ویزا بھی ہونا چاہیے۔ اگر زیارت حج کی روانگی کے بعد ان کو سفر کے لیے وہ جدہ سے بمبئی کے جہاز پر سوار ہو سکیں۔ ایسے عازمین حج کو صرف ڈیک کلاس میں جگہ دی جائے گی بشرطیکہ جہاز پر جگہ ہو۔ عازمین حج کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جدہ سے واپسی کے وقت جہازوں کی تقسیم جدہ کے ہندوستانی سفارت خانے کے ذریعہ ترتیب وار ہوتی ہے۔ جو حاجی جدہ پہلے پہنچتے ہیں انھیں واپسی کا موقع پہلے دیا جاتا ہے۔

۱۲۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اگر کوئی بات دریافت کرنی ہو تو براہ کرم ایجنسی افسر حج کمیٹی یا ... کو لکھیں۔

دی مغل لائن لمیٹڈ - ۱۶ بینک اسٹریٹ بمبئی ۱

بکنگ آفس:۔ صابو صدیق مسافر خانہ کرافورڈ مارکیٹ روڈ۔ فون نمبر ۲۶۱۸۶۸

تار کا پتہ:۔ "مغل" بمبئی — "MOGUL" Bombay — ہیڈ آفس ٹیلی فون نمبر ۳۸۰۲۳

ن لمیٹیڈ

۱۹ ء

[illegible]

مراسلات

"شیر" اور "چیتے" میں فرق

آپ کے اخبار مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۵ء میں سیریز کے تحت آپ نے شیر اور "چیتے" وغیرہ کا ذکر کرکے ایک الجھن کو دور کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

نواب قطب یار جنگ (قطب الدین احمد) بی۔اے (علیگ) مرحوم نے جو سابق ریاست حیدرآباد میں تعلقدار رہ چکے ہیں اور جن کا شمار چوٹی کے شکاریوں میں ہوتا ہے "شکار" کے نام سے اردو میں تقریباً ۵۰۰ صفحہ کی ایک کتاب لکھی ہے جو بلحاظ معلومات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ میں نے اس مضمون پر انگریزی زبان میں تقریباً دو درجن کتابیں پڑھ ڈالی ہیں مگر کوئی ایک کتاب بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ صاحب موصوف اور دوسرے بڑے شکاریوں نے تیندوے اور "چیتے" کے متعلق غلط فہمی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ تیندوا اور بگھ دونوں ایک ہی جانور کے نام ہیں جن کا تعلق بلی کے خاندان سے ہے۔ اس کے برخلاف چیتا کتے کے خاندان سے ہے جو آج کل معدوم ہو چکا ہے صرف خاندیس کے جنگلوں میں اکا دکا پایا جاتا ہے۔

ٹائیگر (TIGER) کا ترجمہ شیر ہے، جنوبی ہند کے دیہاتوں اور دکھنی زبان میں اس کو باگھ کہتے ہیں۔ ... کا ترجمہ ببر ہے جس سے بچہ بچہ واقف ہے نہ کہ باگھ جیسا کہ کرشنن صاحب نے تجویز کیا ہے۔ اس کے بعد ان جانوروں کے خاندان اور ان کے اردو ناموں کے متعلق نہ کوئی غلط فہمی باقی رہنی چاہیے اور نہ غلط العام فصیح کی گنجائش۔

(محمد ابراہیم)

توارد یا سرقہ

(۱)

"ہماری زبان" کے ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء کے شمارے میں سید فضل المتین کی ایک نظم "رات اور دن" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ سید فضل المتین صاحب کی یہ نظم احمد رئیس کی نظم "ناگن" کا چربہ ہے۔ احمد رئیس کی نظم "ناگن" ماہنامہ "تلاش" دہلی کے فروری ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ کی اور قارئین "ہماری زبان" کی سہولت کی خاطر دونوں نظمیں نقل کر رہا ہوں۔

"ناگن"

رات کالی ناگن ہے
جو ہمیشہ ڈستی ہے
روشنی کے چہرے کو
زہر پھیل جاتا ہے
موت کی سیاہی کا

(احمد رئیس، مطبوعہ "تلاش" فروری ۱۹۶۳ء)

"رات اور دن"

رات ایک ڈائن ہے
روز جو کہ ڈستی ہے
روشنی کے پیکر کو
دن اک ایسا ساحر ہے
چھین کر چراتا ہے
ظلمتوں کے دیوے
روشنی کی پریوں کو

(فضل المتین، "ہماری زبان" ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء)

(شفق عجو پالی)

(۲)

۲۲ اگست کا "ہماری زبان" نظر سے گزرا۔ جناب فضل المتین کی نظم "رات اور دن" پڑھ کر بہت تعجب ہوا۔ یہ نظم دراصل احمد رئیس اجمیری کی نظم "ناگن" (مطبوعہ "تلاش" فروری ۱۹۶۳ء) کا نہایت بھونڈا چربہ ہے۔ کہیں کہیں صرف ایک آدھ لفظ تبدیل کیا گیا ہے ورنہ پوری نظم جوں کی توں ہے۔

(جمیل قریشی)

یاس دیگانہ چنگیزی کی شاعری

میں یاس دیگانہ چنگیزی پر لکھے گئے مضامین، مقالے تنقید اور کتابوں سے معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں۔ ناظرین "ہماری زبان" کا نہایت ممنون ہوں گا اگر وہ براہ راست یا بذریعہ ہماری زبان مطلع فرمائیں۔

(اعجاز کامل نمبر ۲۸ ہرنباڑی لین کلکتہ ۱۲)

فنِ کبوتر بازی کے متعلق معلومات

میں فن کبوتر بازی پر کام کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں مجھے اس فن کی تاریخ اور دیگر معلومات کی ضرورت ہے جن حضرات کے علم میں ایسی معلومات ہوں یا ایسی کتابیں، قلمی نسخے ہوں، وہ تفصیلات سے مندرجہ ذیل پتہ پر مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

(عبد الماجد شمسی ایم۔اے، حامد منزل، سروی ٹولہ، بریلی (یو۔پی))

اس میں ہمہ گیریت پیدا ہو جائے اور وہ زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ مضمون نگار نے اردو ادب کے نئے رجحانات کے سلسلے میں ترقی پسند ادبی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس تحریک نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عالمی ادب سے اپنا رشتہ جوڑ کر اس بات کو ثابت کر دکھایا تھا کہ ادب زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہوا کرتا ہے۔

ابتدا میں فاطمہ عالم علی معتمدہ مجلس نے جناب مہدی عباس حسینی صاحب کا تعارف کرایا۔ آخر میں ریورنڈ ہنس ریحانی کے مجموعۂ کلام "موجِ گل" اور صلاح الدین نیر کے مجموعۂ کلام "گلِ تازہ" کی اجرائی عمل میں آئی۔

معتمد کے شکریے پر محفل برخواست ہوئی۔ (نامہ نگار)

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کی صدارت میں حیدرآباد کے ادیبوں کا جلسہ

پاکستانی جارحیت کی مذمت

حیدرآباد۔ حیدرآباد کے اردو ادیبوں کا ایک جلسہ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کی صدارت میں ہوا جس میں پاکستانی جارحیت کی پرزور مذمت کی گئی۔ اس موقع پر جناب راج بہادر گوڑ صاحب نے جو خطبۂ صدارت پڑھا اس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"آج ہمارا وطن عزیز ہندوستان ایک گمبھیر صورت حال سے دوچار ہے اور یہ بالکل فطرتی امر ہے کہ اردو کے ادیب بھی اس موقع پر جمع ہوں اور اپنے فرائض کی تکمیل میں جٹ جائیں۔

اردو زبان کو برصغیر ہند کی آزادی کے سنگرام میں عظیم الشان وطن دوست ادب کی تخلیق کا امتیاز حاصل ہے۔ آزادی کی طویل جد و جہد کی کوئی منزل اور اس کا کوئی موڑ ایسا نہیں جہاں اردو زبان کے ادیبوں نے اپنے توسنِ قلم کی جولانیاں نہ دکھائی ہوں۔ ہمارے لکھنے والوں نے اپنی ادبی کاوشوں سے راہِ آزادی کو منور اور منزلِ آزادی کو متعین کیا ہے ؎

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوں چکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے (غالب)

اسی عظیم الشان جنگ آزادی کا نتیجہ ہے کہ اس برصغیر نے غلامی کا جوا اتار پھینکا اور ہندوستان اور پاکستان آزاد ہوئے۔ اس "میخانے کی تعمیر میں دنیا بھی لہو ہے"۔ سندھی، پنجابی، بنگالی ادب کی طرح، شاید کچھ ان سے بڑھ کر ہی اردو ادب ہندو پاکستان کی مشترک میراث ہے۔ ہندوستان تقسیم ہوا لیکن ہمارے ادب کی تقسیم کسی کے بس کی بات نہیں جس طرح ٹیگور اور نذر الاسلام کے ادب کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا اسی طرح کسی کی ہمت نہیں کہ غالب سے لے کر اقبال تک کے ادیبوں کو ہندوستان اور پاکستان کی الگ الگ شہریت میں بانٹ کر منقسم کر سکے۔ آج بھی کہنے کو فراق ہندوستانی ہے اور فیض پاکستانی۔ کرشن چندر ہندوستانی ہے اور احمد ندیم قاسمی پاکستانی لیکن ان کے ادب کی حصاربندی ناممکن ہے۔ اچھا ادب ہمیشہ آفاقی رہا ہے اور جب تک انسانیت سربلند ہے اچھا ادب آفاقی رہے گا۔

لیکن آزادی کے ساتھ ساتھ تقسیم ہند میں ہمارے لکھنے والوں کے سامنے نئے مسائل اور نئی دشواریاں کھڑی کر دیں۔ نفرت کے وہ جذبات جو بالآخر تقسیم کا جواز بنے، تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ کی راہ میں حائل ہیں اور بے داد گرانِ مغرب نے جس کے بارے میں حسرت نے بہت پہلے کہا تھا ؎

سمجھتے ہیں سب اہلِ مغرب کی چالیں

اس کو خوب ہوا دی۔

آزادی کے بعد ہی دونوں ملکوں کے درمیان ایک نیا "خون کا دریا" پیدا کیا گیا اور پھر ایک "آگ کا دریا" بھی۔

پروردۂ سامراج مہاراجہ ہری سنگھ کے جور و ستم سے اکتا کر جب کشمیر کے قیدی زنجیریں توڑ رہے تھے، جب زندانِ کشمیر مخالف مہاراجہ جد و جہد کی گھن گرج سے گونج رہا تھا، جب جنتِ کشمیر کے گلگوں رخساروں سے شعلے برس رہے تھے، تقسیم ہند کے علمبرداران سے کشمیر بے تعلقی کا اظہار کر رہے تھے۔ آزادیٔ ہند کا ترقی پسند کارواں ان کے ساتھ تھا۔ اردو ادب نے ان کی حمایت میں بھرپور حصہ لیا۔

لیکن تقسیم ہند کے بعد پاکستانی حکمرانوں نے کشمیر پر مذہب کے نام پر حق جتانا شروع کیا اور بزورِ شمشیر انھیں زیر کرنے کی کوشش کی۔ مگر جری کشمیری عوام نے پاکستانی درآنے والوں کا مقابلہ کیا۔ کشمیر ہندوستان کی سیکولر جمہوریت کے ساتھ تھا وہ پاکستان کے حکمرانوں کے فرقہ وارانہ نظریہ کو مسترد کر چکا تھا۔

"ان صبر آزما حالات میں اردو کے ادیبوں پر نئی اور مشکل ذمہ داری آن پڑی ہے۔ سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم وطن دوستی کی اپنی ساری شاندار روایات کے ساتھ اٹھیں۔ اس نازک مرحلے پر قومی اتحاد اور یگانگت کے لیے قوم کو بیدار کریں۔ آج سے بڑھ کر کبھی ہمیں اتحاد و یگانگت کی اتنی شدید ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ لوگ جو جنگ کو پھیلانا چاہتے ہیں، جو محاذِ جنگ کو اور وسعت دینے کی بات کہتے ہیں وہ غلطی کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو ایسے میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں رخنے ڈال رہے ہیں، جو اقلیتوں کے بارے میں شک و شبہ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ملک سے دشمنی کر رہے ہیں۔ ان کی حرکتوں سے چوکس رہنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک کا اتحاد بنا رہے۔" اردو ادب نے فرقہ وارانہ جنون کے خلاف ہمیشہ جنگ کی اور قومی اتحاد و یگانگت کی بنیادیں مضبوط کی ہیں۔ آج یہی کام اور بھی اہم ہو گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے معتمد عمومی جناب حبیب الرحمن کے شکریہ پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ (نامہ نگار)

تبصرے

خلیل الرحمٰن اعظمی

دیوانِ درد

مرتب: ظہیر احمد صدیقی
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ دہلی
قیمت: ساڑھے تین روپے

خواجہ میر دردؔ اردو کے ان چند معتبر اور برگزیدہ شعرا میں سے ہیں جن کا احترام قدیم تذکرہ نگاروں نے بھی کیا ہے اور دورِ جدید کے ناقدین نے بھی اور انھیں بالاتفاق صفِ اول میں جگہ دی ہے۔ ان کا اردو دیوان نہ صرف یہ حشو و زوائد سے خالی اور رسمی و روایتی عناصر سے پاک ہے بلکہ اختصار و انتخاب کی عجیب و غریب مثال ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حاضر کے تحقیق پسند اہلِ قلم نے اردو کے اس اہم شاعر کے کلام کو اپنی توجہ کا مرکز نہیں بنایا کیونکہ ان کے اشعار نہ تو "آوارہ گرد" بن کر دوسروں کے نامۂ اعمال میں درج ہوئے اور نہ دوسروں کی کمائی الحاقی کلام کی صورت میں ان کے دیوان میں جگہ پا سکی۔ "دیوانِ درد" کے کئی صاف ستھرے ایڈیشن اب بھی بازار میں مل جاتے ہیں جن میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مولانا عبدالباری آسی اور تمکین کاظمی کے مرتب کیے ہوئے نسخے خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں لیکن یہ تمام نسخے اپنی بعض خوبیوں کے باوجود جدید اصولِ ترتیب کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ ظہیر احمد صاحب صدیقی نے آزاد لائبریری علی گڑھ کے دو قلمی نسخوں (مکتوبہ ۱۲۲۲ھ و ۱۲۳۰ھ) اور انجمن ترقی اردو کے ایک قلمی نسخے کے ساتھ مطبع محمدی لکھنؤ، مجلس پریس دہلی و نظامی پریس بدایوں کے مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر موازنہ و مقابلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں مختلف تذکروں سے بھی مدد لی ہے۔ اس طور پر یہ دیوان دوسرے مطبوعہ نسخوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور معتبر قرار دیا جا سکتا ہے۔

مرتب نے شروع میں ایک تفصیلی مقدمہ بھی شامل کیا ہے جس میں درد کے کلام کی خصوصیات کے علاوہ تصوف کے مختلف نظریات کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور خواجہ درد کے نظریۂ تصوف کو (جسے طریقۂ محمدی کہا گیا ہے) واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ طرزِ تحریر بوجھل اور علمی ہونے کے بجائے سادہ اور عام فہم ہے۔ امید ہے کہ طلبا کے لیے یہ ایڈیشن خاص طور پر مفید ثابت ہوگا۔ ہم مرتب کے سلیقے اور محنت کی داد دیتے ہیں۔

جذباتِ رشکی

مصنف: رشکی بدایونی
ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
قیمت: ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

رشکی بدایونی (پیدائش ۱۸۷۷ء وفات ۱۹۳۹ء) رنگِ قدیم کے ایک باکمال شاعر اور قواعد و عروض اور رموزِ فن کے ماہر تھے لیکن افسوس ہے کہ چند در چند اسباب کی بنا پر آپ کے کلام کا معتد بہ حصہ ضائع ہو گیا اسی لیے آج کا اردو طبقہ ان کے نام سے زیادہ واقف نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب دراصل ایک واسوخت ہے جسے مرحوم نے ۱۹۱۲ء میں تصنیف کیا تھا اور ہنوز غیر مطبوعہ تھا۔ ظہیر احمد صدیقی صاحب نے اس واسوخت کو اپنے خاندانی ذخیرۂ نوادر سے برآمد کیا اور اب اسے ایک مقدمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔

بقول مقدمہ نگار واسوخت شاعری کی وہ صنف ہے جس میں اس قبیل کے مضامین ہوتے ہیں۔

"شاعر (عاشق) معشوق سے مخاطب ہو کر اس کے جور و ستم، بے نیازی اور رقیب نوازی کی شکایت کرتا ہے کہ تم وہ دن بھول گئے جب تمھارے حسن کا اس قدر شہرہ نہ تھا۔ حسن کی یہ زیبائش تھی نہ اس درجہ آرائش۔ ہمارے ہی عشق نے تمھارے حسن کو چمکایا اور آفتِ روزگار بنایا۔ اب تم ہو کہ ہم سے سیدھے منھ بات نہیں کرتے اور غیروں کا دم بھرتے ہو۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا ہے بہتر ہے کہ راہ پر آ جاؤ اور تلافیٔ مافات کرو ورنہ یاد رکھو جیسا تم نے ہمیں ستایا ہے ہم بھی نہ ستائیں تو نام نہیں۔ تمھاری بے مہری کا بدلہ یہ ہوگا کہ ہم بھی کسی دوسرے معشوق سے ربط بڑھائیں گے اور تمھیں عمر بھر جلائیں گے۔"

جہاں تک اس قبیل کے مضامین یا کیفیات کا تعلق ہے فارسی اور اردو غزل میں بھی عشق و عاشقی کا یہ رنگ خاصا حاوی ہے بالخصوص معاملہ بند شعرا کا تو اوڑھنا بچھونا ہی اسی طرح کے جذبات ہیں۔ لیکن غزل سے ہٹ کر مربوط و مسلسل نظم کی صورت میں بھی بعض شعرا نے اپنے محبوب کو مخاطب کر کے جلی کٹی سنائی ہے۔ اس طرح کی نظموں کو واسوخت کہنے لگے اور وہ بعض لوگوں کے نزدیک ایک علیحدہ صنفِ سخن کی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ عرصہ ہوا "شعلۂ جوالہ" کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ نولکشور پریس لکھنؤ نے شائع کیا تھا جس میں فارسی اور اردو شعرا کی اس نوع کی نظمیں اکٹھا کر دی گئی تھیں۔

حضرت رشکی کا یہ واسوخت جو تقریباً ستر صفحات پر محیط ہے زبان و بیان کی روانی و بے ساختگی کے علاوہ کیفیات کا ایک نگار خانہ ہے جس میں معاملاتی شاعری کے تمام زیر و بم ملتے ہیں۔ اگر اردو کے تمام واسوختوں کو سامنے رکھ کر اس واسوخت کا مطالعہ کیا جائے تو شاعر کے ذہن کی رسائی اور اس کی چابکدستی کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ نظم صنفِ واسوخت کے سرمایے میں ایک قابلِ قدر اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوایا۔ پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا